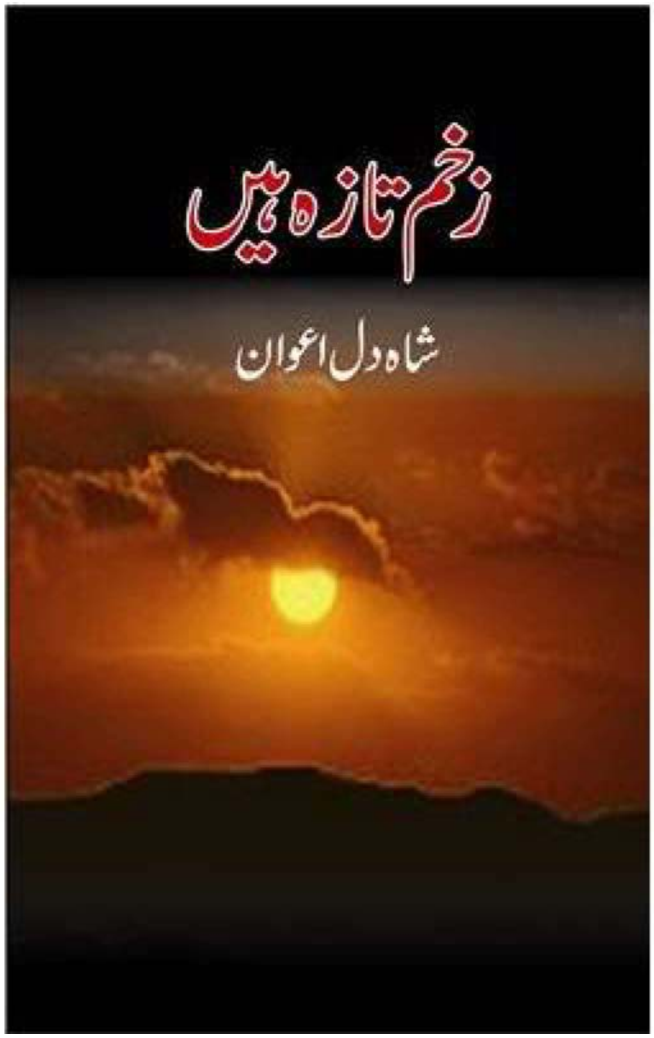

زخم تازہ ہیں
شاہ دل اعوان

اللہ

کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم کرنے والا ہے

زخم تازہ ھیں

شاہ دل اعوان

دارالشعور

37 - مزنگ روڈ، بک سٹریٹ لاہور

- کتاب ⇦ زخم تازہ ہیں
- مصنف ⇦ شاہ دل اعوان
- پیشکش ⇦ محمد آصف اعوان
- اشاعت ⇦ 2010ء
- مطبع ⇦ علی فرید پرنٹرز، لاہور
- برائے ☞

دارالشعور 37- مزنگ روڈ، بک سٹریٹ، لاہور

- قیمت ⇦ 160 روپے

شاہ دل اعوان

اعوان کوٹ' 35 شمالی سرگودھا

0300-8608035

awanlegal@gmail.com

www.alturka.com

اسٹاکسٹ

نذیر بکڈ پو مین بازار نوشہرہ وادی سون

کیپری بک شاپ نزد جی پی او راولپنڈی صدر

کرن بک ڈپو جھال چکیاں سرگودھا

زخم تازہ ہیں

شاہ دل اعوان

الترکا فاونڈیشن
اعوان کوٹ 35 شمالی سرگودھا
www.alturka.com
03008608035

شاہ کی پہلی کاوش ہی اتنی دل موہ لینے والی تھی کہ میں انہیں داد دیئے بغیر نہ رہ سکا۔میری خواہش تھی کہ شاہ تنقیدی شاعری کرے اور اس کے طرز تحریر میں مزاح کا عنصر نمایاں تھا جو اس مجموعہ میں نکھر کے سامنے آیا،شاہ کی شاعری میں تنہائیوں اور جدائیوں کا عنوان تو لازم ہے جس پر شاہ کا قلم چلتا ہی جاتا ہے، زخم تازہ ہیں ملی حوالوں سے بھی ہمارے دلوں پر دستک دیتی ہے۔

ملک شاہ محمد اعوان

سرگودھا

فہرست

انتساب

میرا کون ہے تیرے سوا۔۔۔۔

پیش لفظ

شاہ دل اعوان شاعروں کے اس طبقہ فکر سے تعلق رکھتے ہیں، جو ذہنی اور فکری آزادی کے ساتھ ساتھ شعری آزادی کے بھی قائل ہیں اور ایسی پابندیوں کو قبول نہیں کرتے جو ان کے اظہار کی راہ میں روکاوٹ بنیں۔شاہ دل اعوان ایک آزاد منش شاعر ہے۔وہ جس خلوص سے سوچتا ہے ،اپنی بات کو اسی خلوص کے ساتھ بیان کر دیتا ہے وہ بحرسخن میں تیرنا جانتا ہے، چنانچہ جس سمت چاہتا ہے، تیرتا چلا جاتا ہے۔وہ مولانا حالؔی کے اس نظریے کا قائل ہے کہ شاعری میں سب سے اہم" خیال" ہوتا ہے،عروض کی حیثیت ثانوی ہے۔چنانچہ اس نے بھر پور شعری آزادی کے ساتھ اپنے ہمہ جہت خیالات اور جذبات کا اظہار کیا ہے۔

شاہ دل نے قریب قریب ہر موضوع کے حوالے سے ہر طرح کی شاعری کی ہے۔سنجیدہ شعر بھی لکھے ہیں،مزاحیہ شاعری بھی کی ہے،مختلف موضوعات پر نظمیں بھی لکھی ہیں ۔ زیرِنظر مجموعہ اس کا دوسرا مجموعہ کلام ہے،دوسرا قدم ہے اور زندگی کے میدان میں دوسرا قدم بہت اہم ہوتا ہے جسے خوب سوچ سمجھ کر اٹھانا چاہیے۔

اگر شاہ دل کی شاعری کے موضوعات کو دیکھا جائے تو اس کا سب سے نمایاں موضوع محبت اور محبت کے نتیجے میں پیدا ہونے والے حالات و واقعات ہیں ۔ یہ موضوع اردو شاعری کا ایک نہایت مقبول موضوع ہے،جس کے حوالے سے ہمارے کلاسیکی شاعروں سے لے کر دور حاضر کے شاعروں تک ،سب نے کئی

بے مثال شعر تخلیق کیے ہیں اور کئی خوبصورت نظمیں لکھی ہیں۔شاہ دل کی شاعری میں بھی یہ موضوع اکثر مقامات پر نظر آتا ہے۔اس کی محبت ،فکر و فلسفہ لئے ہوئے نہیں ، بلکہ ایک عام انسان کی سیدھی سادی محبت ہے، جس میں گلے شکوے بھی ہیں اور ہجر و وصال کے موسم بھی۔شاہ دل کی شاعری اس کی ایک ایسی محبت کے گرد گھومتی ہے، جواب اگر چہ اس کا ماضی بن چکی ہے،لیکن وہ اسے اپنے قریب محسوس کرتا ہے،اس میں سانس لیتا ہے اور اس کے ماحول میں زندہ رہنا چاہتا ہے۔یہ انسانی فطرت ہے کہ انسان اپنے ہر رشتے کے ساتھ بہت سی توقعات وابستہ کر لیتا ہے اور محبت کے معاملے میں تو وہ کچھ زیادہ ہی جذباتی ہو جاتا ہے۔شاہ دل کو بھی اپنے محبوب سے بہت سی امیدیں تھیں،لیکن اسی کی کوئی امید پوری نہ ہوسکی۔اب اس کے سامنے صرف راکھ پڑی ہے،لیکن وہ اس کوشش میں ہے کہ شاید راکھ میں سے کوئی چنگاری نکل آئے۔اس کی بہت سی خواہشوں میں کہیں کہیں حقیقی وصل کی خواہش بھی سر اٹھاتی ہے،لیکن وصال کسے نصیب ہوتا ہے؟ اور جب وصل کا ہر خواب چکنا چور ہو جائے تو پھر باقی صرف زخم رہ جاتے ہیں۔تنہائی اور اداسی کا ایک لا متناہی سلسلہ اور تاریکی کا ایک کبھی نہ ختم ہونے والا راستہ۔شاہ دل کو اپنی تنہائی ،اداسی اور تاریکی سے بہت محبت ہے، کیونکہ ان کی وجہ سے اس کی یادیں تازہ رہتی ہیں،اس کے زخم گلاب بنتے ہیں جن کی خوشبو اسے مسحور رکھتی ہے۔

سنگدل محبوب ہماری کلاسیکی شاعری کی روایت میں بہت مقبول رہا ہے، شاہ دل نے بھی محبوب کے اس تصور سے پورا پورا استفادہ کیا ہے۔یہ وہی محبوب ہے جو نہایت بے پرواہ اور بے نیاز ہے وہ عاشق کی کوئی بات سننا گوارا نہیں کرتا، چنانچہ شاعر اس کی بے اعتنائی اور سرد مہری پر سوائے کڑھنے کے اور کچھ نہیں کر

سکتا۔

شاہ دل نے عاشقانہ موضوعات کے ساتھ ساتھ زندگی کے کئی رخ بھی دیکھے ہیں، لیکن وہ کسی ایک منظر پرنہیں رکتا اور آگے بڑھتا چلا جاتا ہے۔اس کے نزدیک کسی ایک منظر میں اترنے سے کہیں بہتر ہے کہ زیادہ سے زیادہ منظر دیکھے جائیں۔اس نے بہت سے معاشرتی مسائل پر بھی شعر لکھے ہیں۔وہ لوگوں کی بے حسی پر ماتم کرتا ہے، بے بسی پہ روتا ہے اور دورخی پر حیران ہوتا ہے۔اسی طرح وہ لوگوں کے درمیان نفرت اور عداوت کے جذبوں کا اظہار بھی کرتا ہے،خود غرضی اور لالچ کے رویوں پر دکھی ہوتا ہے، لیکن حوصلہ نہیں ہارتا۔ اسے امید ہے کہ ایک نہ ایک دن اس کے معاشرے میں تبدیلی ضرور آئے گی۔

شاہ دل کی شاعری میں " صحرا" کا بہت ذکر ہے اگر چہ اردو شاعری میں یہ دھوپ اور پیاس کا استعارہ ہے،لیکن شاہ دل کا اس سے زمینی یا قلبی رشتہ محسوس ہوتا ہے کہیں وہ صحرا سے پیار کرتا ہے اور کہیں وہ اسے دوری اور فاصلے کی علامت قرار دیتا ہے۔

مجموعی طور پر شاہ دل اعوان شاعری کا شغف اور شوق رکھتا ہے وہ ایک لہر میں اپنے دل کی باتیں کہتا چلا جاتا ہے، لیکن اس کے یہ خیالات شعری سانچوں میں پوری طرح نہیں ڈھل سکے کیونکہ اس کے لئے عروض کا جاننا ضروری ہے خدا کرے کہ اپنے تیسرے مجموعے کو ترتیب دینے سے پہلے وہ علم کا یہ مرحلہ بھی طے کر لے اور اپنے تخلیقی سفر کو ایک نیا موڑ دے میری دعائیں اس کے ساتھ ہیں۔

ایوب ندیم

میرے لیے بڑے ہی اعزاز کی بات ہے کہ شاہ دل اعوان نے مجھے اس قابل سمجھا کہ میں اس کے اس شعری مجموعے پر کچھ لکھوں ۔"زخم تازہ ہیں" میں شاہ دل نے **Wordsworth** کی طرح اپنی وادی یعنی وادی سون سے بہت زیادہ **Inspiration** لی ہے اس وادی کی خوبصورتی اور اپنے وطن سے محبت کا جذبہ بھی شاہ دل کی شاعری میں واضح ہے۔

شاہ دل نام ہی اتنا خوبصورت ہے، یقین کیجیے شاہ دل سے تعلق تو چند مہینوں سے ہے میرے من میں تھا اپنے بیٹے کا نام شاہ دل ہی رکھوں گا ۔بہت ساری دعائیں شاہ دل کے لئے۔۔۔

ملکو

15-05-2009

ہم ایک ایسے پرآشوب عہد میں سانس لے رہے ہیں کہ جس میں لوگوں کی ترجیحات، میعاراتِ خیال یکسر بدل چکے ہیں۔ہم کتاب ،خواب اور احباب سے کٹ کر ہندسوں کی اندھی دوڑ میں شامل ہیں جس میں طاقتور کمزور کو روند کر آگے نکل جاتا ہے ،اس اندھی دوڑ نفسانفسی ، مادیت پرستی نے ہم سے ہمارا بہت کچھ چھین لیا ہے۔نقصان تو بہت بڑا ہے،لیکن اس سے بڑا نقصان یہ ہے کہ ہمیں اپنے نقصان کا احساس نہیں ہے۔ بے حسی کی ایک گہری دھند ہے جس نے ہمارے اذہان وقلوب کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے لیکن آج کے اس دور میں اگر کوئی مردِ مجاھد قلم اٹھا کر اپنے جذبات ، احساسات اور خیالات کو معاشرے کی امانت سمجھ کر افراد تک پہنچاتا ہے تو یقیناً وہ جہاد کر رہا ہے۔

سرزمینِ سرگودھا سے تعلق رکھنے والا نوجوان شاعر "شاہ دل اعوان" بھی اسی قبیلے کا رکن ہے۔جو شعر کو تلوار کے طور استعمال کر کے اس معاشرے میں بگاڑ پیدا کرنے والے ناسوروں کا قلع قمع کرنے کی بہترین کاوشوں میں مصروف ہیں ،وہ اس معاشرے کی اسی بے حسی سے خاصے نالاں نظر آتے ہیں۔بقول "شاہ"

زندگی سے عاجز آ گیا ہوں
بے حس لوگوں سے اکتا گیا ہوں

کر کے یقین لوگوں کی سادگی پر
دھوکے پہ دھوکہ کھا گیا ہوں

خوش قسمتی سے شاہ دل اعوان میرے کولیگ ہیں اور مجھے ذاتی طور پر ان سے بات کرنے اور ان کے خیالات ،نظریات کی گہرائی کا موقعہ ملا ۔وہ مکمل انسان ہیں ،سب سے اہم پہلو کہ با اخلاق شخصیت کے مالک ہیں ۔ان کی دوسری کتاب "زخم تازہ ہیں" کا مسودہ میری نظروں سے گزرا ان میں معاشرتی انقلاب ،روحانیت مکمل طور جھلکتی ہے وہ لکھتے ہیں:۔

وہ کب سے باسی ہوئے اس پار کے
راحت تھے جو اس دل بے قرار کے
وہ تو سندر تھے بن بناؤ سنگھار کے
جیسے پھول کھلے ہوں تازہ بہار کے

ان کے منفی اسلوب کونظر انداز کرتے ہوئے ان کی ان کاوشوں کا خیر مقدم کرتا ہوں ،جن پر لوگ اپنے جذبات و احساسات کی تسکین کر سکیں اور ان کو تہہ دل سے مبارک باد پیش کرتا ہوں ۔

بشارت علی جاںؔ
سابق سیکریٹری حلقہ اربابِ ذوق
شیخوپورہ

خوش فہمیاں

ایک وقت تھا جب دل کے نہاں خانوں میں اٹھنے والے طوفان تھمنے کا نام ہی نہ لے رہے تھے کہ یہ سفر چلتا رہا زندگی کے نشیب و فراز کبھی اچھے ،کبھی بہت اچھے تو کبھی منہ کی کھانی پڑی اور ۲۰۰۹ء کا ستمبر آ پہنچا اور دل کی دنیا میں بنے وہ سارے تاج محل پل میں دھڑام سے مسمار ہو کے سب کچھ ماضی کا حصہ بنتے گئے اور ساری امیدیں خوش فہمیاں بن کے رہ گئیں اور نوبت یہاں تک آ پہنچی کہ اس کتاب کی اشاعت بھی بے معنی سی لگنے لگی۔کسی نہ کسی طرح دوستوں کے اصرار پر یہ کتاب تو منظرِ عام پر آ گئی لیکن شاعری کا یہ سلسلہ یہاں پہ اپنے انجام کو پہنچتا ہے اور ممکن ہے مستقبل میں باقی سلسلے تو چلتے رہیں لیکن شاعری کا کوئی مجموعہ نہ آئے۔

"زخم تازہ ہیں" کئی حوالوں سے ایک یادگار مجموعہ ہو سکتا ہے کیونکہ اس میں جن موضوعات پر قلم اٹھائی گئی ہے وہ کسی نہ کسی طرح ہم سب کو درپیش ہیں اس امید پہ آپ کی عدالت میں بھیج رہا ہوں کہ یقیناً آپ محظوظ ہو سکیں۔

"تنہائیاں کاش نہ ہوتیں" کی بے پناہ پسندیدگی پر میں سب دوستوں کا مشکور ہوں اور اب بھی امید کرتا ہوں کہ آپ اپنی قیمتی آراء سے نوازیں گے۔ہم

آپ کی آراء کا شدت سے انتظار کریں گے۔

"تنہائیاں کاش نہ ہوتیں" کی اشاعت کے بعد کچھ دوستوں کا اصرار تھا کہ مجھے طنز و مزاح پر بھی توجہ دینی چاہیے چنانچہ میں نے اس مجموعہ میں کچھ ایسی نظمیں شامل کی ہیں جن کو پڑھ کر یقیناً آپ کے چہرے پر مسکراہٹیں بکھریں گی۔

حرف آخر کے ساتھ یہ تحریر کرتا چلوں کہ میں جس علاقے سے تعلق رکھتا ہوں وہاں قادیانیوں کی سازشیں عروج پر ہیں اور ایک بڑی تعداد ان کی بات سننے پر مجبور ہے اور میں نے یہ محسوس کیا ہے کہ ایک ایسی جامع کتاب ہونی چاہیے جس میں قادیانیوں کے کفریہ بیانات، قادیانی مسلمانوں کو کیا سمجھتے ہیں اور اسلام ایسے مذاہب کے بارے میں کیا حکم دیتا ہے اس کام کے لئے میں نے جدوجہد شروع کی ہے اگر آپ ایسی معلومات رکھتے ہیں جو اس کتاب میں شامل کی جا سکتی ہیں تو ضرور ارسال کریں۔ دوسری کتاب "وادی سون کے عظیم لوگ" پر کام آخری مراحل میں ہے لیکن اگر آپ کسی ایسے ہیرو کو جانتے ہوں جو واقعی وادی سون کی عظیم ہستی ہو تو ہمیں معلومات فراہم کریں ہم آپ کی معلومات اپنی کتاب میں شامل کریں گے۔

شاہ دل اعوان

0300-8608035

حمد باری تعالیٰ

دنیا کے جلووں میں رب نظر آتا ہے
ہیں مدہوش جو انہیں کب نظر آتا ہے

بس سجدے ہی کافی نہیں رب پانے کو
جام عشق چھلکے تب نظر آتا ہے

ہیں سب تعریفیں اس خدا تعالیٰ کیں
ہر شے پہ جو غالب نظر آتا ہے

تن من دھن سے غافل راہ حق میں گم
اللہ والوں کو سب نظر آتا ہے

بن کے افلاطون شاہؔ کیا پایا ہے
دل بخشش کا طالب نظر آتا ہے

نعت رسول مقبول ﷺ

درِ مصطفےٰ ﷺ پر جا کے کہوں گا
جب تک زندہ ہوں ، طیبہ میں رہوں گا

مل جائے جو دو گز زمیں طیبہ میں
ہر پل شکرانہ ادا کروں گا

وہ غیر کے در پر جائے تو جائے
میں طیبہ کی گلیوں میں مروں گا

آقا ﷺ کی چاہت میں مایوسی کیوں
میں تو خوشیوں سے دامن بھروں گا

میری قسمت میں جب جنت لکھی ہے
شاؔہ میں موت سے کیونکر ڈروں گا

صدمے تو ملتے ہی رہتے ہیں
آؤ سب مل کے سہتے ہیں

لوگوں کا کیا جاتا ہے آخر
خون تو اپنوں کے ہی بہتے ہیں

لوگوں کے ڈر سے خوشیاں نہ چھین
یہ لوگ تو ڈستے ہی رہتے ہیں

میرے دلبر کی کوئی خبر لینا
ہرجانے والے سے کہتے ہیں

ملاقات

وہ کب سے باسی ہوئے اس پار کے
راحت تھے جو اس دل بے قرار کے
وہ تو سندر تھے بن بناو سنگھار کے
جیسے پھول کھلے ہوں تازہ بہار کے
امر ہوئے گزرے دن چار بہار کے
غم مقدر بنے گھر کے درودیوار کے

اس شام میرا گزری یادیں سنانا
شرما کے منہ چھپا کے وہ مسکرانا
پہلی بار آ کے جو ہاتھ ملانا
لوٹ آیا پل کے لئے گزرا زمانہ
دن کٹ ہی جاتے ہیں بہار کے
غم مقدر بنے گھر کے درودیوار کے

دیدار کی حسرت میں چلا آیا
پل بھر کا ہی سہی ساتھ تو پایا
وہ لمحے امر ہو جاتے اے خدایا
جس گھڑی ہاتھوں میں اس کا ہاتھ آیا
قسمت میں تھے اتنے ہی لمحے قرار کے
غم مقدر بنے گھر کے درودیوار کے

جو پا نہ سکے چاہت بھلا بھی نہ سکے
کہنا چاہتے تھے ہم بتا بھی نہ سکے
شام ڈھل گئی حال دل سنا بھی نہ سکے
بازی ہار دی انہیں منا بھی نہ سکے
دکھ بانٹنے نہ آیا کوئی غم خوار کے
غم مقدر بنے گھر کے درودیوار کے

تنہا ہی رہتے تو بہتر تھا
یا اپنا نہ کہتے تو بہتر تھا

اب لڑنا یہ کاہے کو ہم سے
سنبھل کے چلتے تو بہترتھا

ہنس کے جئیں یا رو کے بیتائیں
ناطے نہ بڑھتے تو بہتر تھا

ہاں ہم سے الگ ہونا ممکن تھا
وعدے نہ کرتے تو بہتر تھا

رسوائی کے ڈر سے نہ نبھا شآہ
مالک سے ڈرتے تو بہتر تھا

رہ رہ کے تنہائی ڈستی رہی
بے بسی پہ آوازیں کستی رہی

وہ عید کے دن بھی نہ آیا
جس ظالم کو کب سے ترستی رہی

یادوں کے طوفان آتے رہے
شب بھر آنکھ برستی رہی

کہتا تھا تیرے بن رہ نئ سکتا
جانے کیسے اس کی گزرتی رہی

شکوہ کرنا بس میں نہ سہی
یہ زبان فقط لرزتی رہی

یوں بھی انجام دوستی ہونا تھا شاؔہ
دل روتا رہا دنیا ہنستی رہی

جب وہ ہی نہ آئے کس کی راہ دیکھیں ہم
کس گھڑی آ جائے راہ ہر لمحہ دیکھیں ہم

بھول جا جب وہ اتنا ہی انا پرست ٹھہرا
آخر کیوں ہر پل آہیں بھرتا دیکھیں ہم

مہ کشیاں و سرکشیاں بام عروج پہ دیکھیں ہم
بہار سے پہلے گلشن اجڑتا دیکھیں ہم

ہاتھ میں دے یہ ہاتھ چلیں دل کی بستی کو
اس پار جو بستی ہوئی ہے تباہ دیکھیں ہم

ممکن نہیں بچھڑنا جانے کیوں ضد کرتے ہو
ہرگز جا نہ سکو گے جاو شاؔہ دیکھیں ہم

زندگی سے عاجز آ گیا ہوں
بے حس لوگوں سے اکتا گیا ہوں

کر کے یقین لوگوں کی سادگی پر
دھوکے پہ دھوکہ کھا گیا ہوں

ہم وہاں !وہ غیروں کے در پہ
اس عالم میں بھی نبھا گیا ہوں

آج خالی ہاتھ ہیں تو کیا ہوا
غربت میں‌سب کچھ لٹا گیا ہوں

عہد لکھے ساتھ مر مٹنے کے شآہ
طیش میں وہ خط بھی جلا گیا ہوں

عید عید آخر عید بھی ہو گئی
تھی اک حسرت کل شب سو گئی

اک خود غرض انسان کی خاطر
ناطے دوستی سب کچھ کھو گئی

ہر ہر لمحہ اک کرب عجب
غم کی مالا وہ پرو گئی

زر کا سوداگر ہنستا رہا
آج جو قسمت بھی رو گئی

شاید گلشن میں فقط کانٹے ہوں
بیج جو نفرت کے وہ بو گئی

میں تنہا ہی بہتر تھا
جب صحرا میں اک گھر تھا

جب اس دنیا سے دور تھا
ہر غم سے بے فکر تھا

نہ دل ٹوٹتا تھا پل پل
نہ کسی جدائی کا ڈر تھا

نفرت سے آشنائی نہ تھی
نہ ہی کوئی ستم گر تھا

وہ کیا آئے ساتھ اب شاؔہ
اس بن اک پل دو بھر تھا

اے مغرور !دل ناداں کی خطا تو بتا
ہوئی جو خطا کوئی لمحہ تو بتا

اک پوجا نہیں وگرنہ تجھے خدا جانا
تیری یاد سے ہوا غافل قضا تو بتا

دوستی میں قربانیاں دینا سیکھا
جاں دے دیں گے بس تو تمنا تو بتا

اک عرض گر نا گوار نہ گزرے انہیں
ہے اتنا مغرور کیوں کوئی وجہ تو بتا

تنہائی کی سوغات تو دے ہی چکے ہو
گر مجرم شاؔہ ہی ٹھہرا سزا تو بتا

تونے جسے اپنی شان بنا رکھا ہے
اس نے تیرے من کو سلا رکھا ہے

اس دن سے فقط تیرے ہی پجاری
وہ بھی ہیں ہر گھر میں خدا رکھا ہے

ظالم شاطر ہیں لوگ اس خاطر
دنیا کے میلوں سے چھپا رکھا ہے

جتلانا عادت نہیں! فقط تیری
چاہت میں خود کو تنہا رکھا ہے

ہم امین نہ سہی محبت میں پھر بھی
دل ایک امانت تھا دیکھ بچا رکھا ہے

بز دل تھے نہ بے وفا فقط دل جلا
ہر دکھ سہہ کے ہر غم بھلا رکھا ہے

کوئی انگلی جانب تیرے نہ اٹھے
ہر پل شآہ ہاتھ دل سے جدا رکھا ہے

عید

قسمت یوں بھی روٹھ جایا کرتی ہے
کہ جب سال بعد عید آیا کرتی ہے
کوئی اشک بہاتا ہے کسی کی یاد میں
اور دنیا خوب عید منایا کرتی ہے

گیا وقت اور بچھڑے دوست نہیں آتے
عید تو پھر بھی لوٹ آیا کرتی ہے
زندگی سے کیا گلہ یہ تو ہر بار
جینے کا نیا رنگ لایا کرتی ہے

نادانیاں تو بچپن کی ہوتیں ہیں
صلہ مگر جوانی پایا کرتی ہے
کڑی ٹھوکر سر راہ عشق لگتی ہے
تب تنہائی خوب بھایا کرتی ہے
جب جب ملن کی دھوپ جلائے شاہؔ
یادوں کی چادر سایہ کرتی ہے

دوستی کی خاطر دھوکہ کھانا نہیں
ہو سکے تو ٹوٹ کے یوں کبھی چاہنا نہیں

تنہا چھوڑ جاتے ہیں راہوں میں یونہی
آخر ملتا جب کوئی بہانہ نہیں

خود تو پل پل ترسے اب تک سکون کو
چاہت میں کہیں اوروں کو ستانا نہیں

جس کا مہہ و زن بن رہنا ممکن نہیں
ان سے وفاوں کی امیدیں لگانا نہیں

کسی کی حسین و پر کیف شاموں کو شآہ
اپنی انا کے لئے بے رنگ بنانا نہیں

آج بھی تنہائی کے زخم تازہ ہیں
دوست جگ ہنسائی کے زخم تازہ ہیں

میرے در پر جو غیروں نے بجائے تھے
وہ باجے شہنائی کے زخم تازہ ہیں

ایک مدت ہوئی جب کچھ نہ رہا اپنا
اس محاذ آرائی کے زکم تازہ ہیں

ہنس کے سہہ لیا غم ڈر کے زمانے سے
ملے جو جدائی کے زخم تازہ ہیں

یقین کر کے دھوکہ کھایا بے قدروں سے
شاؔہ بے اعتنائی کے زخم تازہ ہیں

دیکھتے پھرتے ہیں چاند آسمان پر
پاگل ہیں لوگ بادلوں میں کب چھپا ہے

انہیں کیسے ملے گا آسمان پر شاؔہ
وہ کب سے میرے دل میں اتر چکا ہے

خانہ بدوشوں کی ایک بستی ہے صحرا کے اس پار
باران غربت خوب برستی ہے صحرا کے اس پار

یک نظر میں قربان ہو گیا اس کے لئے من کا سکون
کائنات میں انمول ہستی ہے صحرا کے اس پار

محفلوں میں سرور ہے رنگوں کی برسات یہاں
کسی کو تنہائی ڈستی ہے صحرا کے اس پار

مقدر میں شکست نہ دلوں میں داغ بے وفائی
دل رقیباں میں پستی ہے صحرا کے اس پار

چھوڑ دے شاؔہ ہجر و فراق کا ماتم آخر کب تک
چل چلیں موت وہاں سستی ہے صحرا کے اس پار

بزرگ

آنکھوں سے چھلک پڑتے ہیں آنسو
جب کبھی سرِ شام کسی چوراہے پر
ہاتھ پھیلائے دیکھتا ہوں عمر رسیدہ بزرگ
گربت کے مارے غریب مجبور
اور جب کہیں ٹھوکر کھا کے گرے
یا کوئی گاڑی لہولہان کر کے
رفو چکر ہو جاتی ہے
اپنی انا کو داو پر لگائے ہاتھ پھیلائے
بام سڑک ٹھوکریں کھاتے
یہ بزرگ
کیا خبر کل تک ایسے نہ تھے
مجبوریوں کی سولی کب آڑے آئی

فقط اس سے کیا سروکار

سوچ یہ بزرگ

کل آپ بھی ہو سکتے ہیں

کوئی آپ کا بزرگ بھی ہوسکتا ہے

نظر انداز نہ کر

یا اللہ

اس دھرتی پر کسی بزرگ کو

یوں محتاج نہ کرنا

ان کی زندگی کی آخری بہار آباد رکھنا

امین

وہی نہیں جو کاش میرا ہوتا
کبھی میری دنیا میں سویرا ہوتا

کبھی نہ بچھڑتا سن کے میری صدا
دو پل وہ پاس میرے ٹھہرا ہوتا

اسے سانسوں سے زیادہ قریب رکھتا
حصار بازوں کا شب بھر پہرا ہوتا

ملے گر فرصت الجھن زمانہ سے
سجا آنکھوں میں پھول سا چہرا ہوتا

جو شہر کو شاہ شرف آمد دیتا

سجاتا محفل ذکر صرف تیرا ہوتا

کب تک رہے گا نشہ دیدار
اس کو ملے گا نہ کبھی پیار

سب کچھ چھوڑا اسی دلبر کے لئے
رہتا ہے جو صحرا کے اس پار

جب آنے کا اس نے سوچا نہیں
دیکھے کب تک راہ دل بیمار

جب وہ ہی نہ رہے پاس ہمارے
اب چاہے رہے خزاں یا بہار

کیسی کشمکش میں پھنسا شاؔہ
ملنے کی چاہ راہیں دشوار

ضرب کاری تھی تبھی تو زخم تازہ ہیں
دیکھ ناسور نہ بنیں جو زخم تازہ ہیں

صبر میری عادت غم فقط مجبوری
ترس نہ کر بے شک گو زخم تازہ ہیں

بات اتنی نہ بڑھانا خدا را ابھی
بن گیا دو لخت وہ زخم تازہ ہیں

دشت میں کون آتا ہے سر شام سو
شاہؔ جی بھر کے رو زخم تازہ ہیں

ظالم تو نے کیسی سزا دی ہے
میری چاہت بھلا دی ہے

وہ جوانی جب لٹا دی
اب کاہے کو صدا دی

جو خاموش تھی مدت سے
سوئی حسرت جگا دی

اب آ کے سامنے پھر
دل میں ہلچل مچا دی

ہر شب ایسی حسین ہو
شب بھر دل سے دعا دی

یہ زخم تازہ ہیں بھر جانے دو
یا پھر مجھ کو تو مر جانے دو

مہران دھرتی سدھارنے والے
پل بھر سہی دل میں اتر جانے دو

صحرا میں کب تک کوئی رکے
جنہیں جلدی ہے گھر جانے دو

وہ ظلمی ہے کرنے دو ستم
آسیں ٹوٹ گئیں اب بکھر جانے دو

ہر لب پہ شاؔہ میری غزلیں ہوں
کچھ تو ایسا بھی کر جانے دو

جلتی ہے آتش فشانی کی طرح
نہ لوٹا گزری جوانی کی طرح

دل پر چھایا اک اک گزرا لمحہ
مافوق الفطرت کہانی کی طرح

ایسا جادو ہے اس کا احساس
من مہکے صبح سہانی کی طرح

ہونا نہ پڑے اک دن مجھ کو خونی
سکندر اعظم یونانی کی طرح

دو پل چین نہ آتا جس بن شاؔہ
یادیں ہیں انمول نشانی کی طرح

اس کی چاہت میں خود کو مٹا کے بھی دیکھا
من کے سندر خوابوں میں بسا کے بھی دیکھا

قسمت میں ہی نہ تھا اس کو اپنانا ورنہ
لوگوں کی حاسد نظروں سے چھپا کے بھی دیکھا

اس کے دل کی نفرت آج تک کم نہ ہوئی
گزرہ پل پل کیسے سب بتا کے بھی دیکھا

پہلی سی چاہت پھر نہ نظر آئی اب تک
کہ اس دل بر کو سینے لگا کے بھی دیکھا

ضدی تھا ضد میں آ کے چھوڑ گیا ورنہ ہم نے تو
خودی کو اس کی راہوں میں بچھا کے بھی دیکھا

شاؔہ اس کی یادیں بن کے کسک تڑپاتی ہیں
راحت ممکن نہیں اس کو بھلا کے بھی دی

اتنی سرد مہری کا سبب کیا ہے
سوچتے ہیں آپ سے نسب کیا ہے

کیا کچھ نہیں ہوتا صبح و شام یہاں
ہمارے ایک ہونے میں عجب کیا ہے

فقط بہتان پہ یقین کرنا نا مناسب
سمجھ تو ہماری طلب کیا ہے

حسن نہ دیکھ وعدوں کا نباہ کیسا
چاہنے میں آخر غضب کیا ہے

تیرے فراق نے مجبور کر دیا شاؔہ
ورنہ کیا معلوم ہمیں ادب کیا ہے

چلے ہی جائیں گے صحرا کے پار تک
یاد تو آئیں گے صحرا کے پار تک

کیا کچھ ہو گزری ہے راہ محبت پر
کہانی بتائیں گے صحرا کے پار تک

گواہ ہے ہر قطرہ خون جو بہایا گیا
لہو ہم دکھائیں گے صحرا کے پار تک

آپ نے بھی آج تک کسر نہ چھوڑی
لوگ بھی ستائیں گے صحرا کے پار تک

شاؔہ ایک دل ہی رہ گیا ہے پاس میرے
بچا وہ لائیں گے صحرا کے پار تک

لوٹ آ تن میں جاں باقی ہے
کہ بہار کا سماں باقی ہے

مرنے کے سب سماں ہو چکے
قبر پہ نوحہ کناں باقی ہے

لوگوں کو سب خبر ہو ہی گئی
تھا راز جو پنہاں باقی ہے

تو نے وعدہ توڑنا ہے توڑ
میرا تو ایماں باقی ہے

پیار کی سزا تو کاٹ چکے
نفرت کی زنداں باقی ہیں

شآہ وعدے پر قائم ہیں ہم
تجھ سے کی یہ زبان باقی ہے

ہوس حسن نہ دلبر کی خواہش
ترک روش ہے دربدر کی خواہش

وفاؤں کے خون کرتے ہیں
ہوتی ہے جنہیں زر کی خواہش

یہاں نہیں بھروسہ پل بھر کا
کیوں کرتے ہیں گھر کی خواہش

رات کے اندھیرے مقدر میں
رہی ہے فقط سحر کی خواہش

فقیری پہ قناعت ممکن کب
ہے شاؔہ جسے خوب تر کی خواہش

من کی الجھن بڑھتی ہی جا رہی ہے
تیری یاد ہر پل ہر لمحہ ستا رہی ہے

تیرے دل کا عالم کیا ہو گا کیا خبر
اب تو لوٹ آو کہ عید آرہی ہے

ملک میں ایسا زلزلہ آیا عید سے پہلے
موت کا سایہ ہر طرف چھایا عید سے پہلے

ہنستے بستے لوگ بے سروسامانی کا عالم
آزمانے کے لئے غضب ڈھایا عید سے پہلے

شہر کتنے مٹ چکے صفحہ ہستی سے پل میں
شاؔہ جو ہے بویا وہی پایا عید سے پہلے

پہلی چاہت کے ارماں باقی ہیں
اور اب تک وہ عہد و پیماں باقی ہیں

ان کی یادیں ہیں احساس ہے اب تو
فقط قبروں کے نشاں باقی ہیں

تنہائی کا دکھ اور محرومی یار
اس دل میں آتش فشاں باقی ہیں

اس کے دل میں گر رہ نہ سکے تو کیا
رہنے کو جنگل بیاباں باقی ہیں

سو شاؔہ ملنے والے ہی نہ رہے تو
اب تک ملن کے سماں باقی ہیں

کوئی حسین خواب جو پورا نہ ہو سکا
ہونا تھا جس کو میرا وہ میرا نہ ہو سکا

لوگوں نے کیا سے کیا نہ کہا زیست میں مگر
تو میرا اور میں کبھی تیرا نہ ہو سکا

پھول مرجھانے لگے
لوگ اکتانے لگے

یار اب باری باری
شہر سے جانے لگے

وہی نہ رہے آج
موسم سہانے لگے

کیا اس پر اعتبار
مداح جلانے لگے

پرستار بھی نہ رہے
آپ بھی جانے لگے

ازل سے تھے بے گناہ
سزا اب پانے لگے

کیا کروں اب شاؔہ
خواب یہ ستانے لگے

کاجل جب جب آنکھوں سے بہتا ہے
آ بھی جاو دل میرا کہتا ہے

چاہے تو بن نہ بن میرا ساجن
کوئی تو تیرا بن کے رہتا ہے

ہر پل تیری یادوں کی ہلچل میں
دل تنہائی کا دکھ بھی سہتا ہے

شاہ ان کی یادوں میں ہر شب یونہی
جانے کب تک دل روتا رہتا ہے

نہ روکا جانے والوں نے تو جانا تھا
کہاں رہنا ہے یہ محض اک بہانہ تھا

نہ مقدر میں محفلیں پر مسرت ملیں
یہاں ہم نے تنہا آنسو گرانا تھا

لکھا تھا ایسے ہی انجام محبت کا
آپ نے چھوڑنا تھا ہم نے چاہنا تھا

وقت ایسا تیرے جانے کے بعد آیا
رقیبوں نے جنازہ جا اٹھانا تھا

رہی شب بھر بہار آشنائی جو
یہ تھا سپنا مگر سپنا سہانا تھا

بھونچال

پل بھر کی دیر میں
سب کچھ ہی بدل ڈالا
آفت ناگہانی نے
شہر لرزتے دیکھا
انسان لڑ ھکتے دیکھے
وہ بلند و بالا شاہکار
قاتل بن گئے
اس صبح بے رحم کو
وادیاں دشت میں بدل گئیں
شہر شہر خموشاں بنے
مائیں بہنیں اور بیٹیاں
باپ بھائی اور نوجواں بیٹے
بن کفن ہی
آخرت سدھار گئے

تم کیا گئے دل کی دنیا ہی ویران ہوئی
آباد تھی تیرے دم سے جو سنسان ہوئی

دل مانے نہ اک پل تیرے بن پردیسی
یہ ساتھی جوانی اب تو وبال جان ہوئی

سوچوں کے تانے سلجھانے میں رات کٹی
تب آخر شب آنسو خون کی بارات ہوئی

اب تو مد ہوشی کا یہ عالم ہے اپنا
شام کدھر ہوئی صبح صادق کہاں ہوئی

خوشیوں میں جو کٹے دن شاؔہ کیا دن تھے وہ
آخر تنہائی آ در پہ مہمان ہوئی

یادوں کے انمٹ نقوش مٹا نہیں پائے
دل کو تیرے بعد کبھی بہلا نہیں پائے

کھوئے ہیں گر ہر لمحہ اس کی یادوں میں
سنا ہے کہ وہ بھی بھلا نہیں پائے

بھولنا دستور زمانہ کہہ رہے تھے وہ
راہ دوستی پر کوئی صلہ نہیں پائے

چھین کے لے گئے لوگ محبت ہماری شاؔہ
ہم ہیں ان کی نفرت بھی چرا نہیں پائے

تم بے اعتنائی پر اتر آئے ہو
ہم سے بدل کے نظریں نکھر آئے ہو

کیا کیا ہوئے ستم یہ کہانی الگ
گھر نہ رہا لوٹ کر تب گھر آئے ہو

شام کہاں ہوئی ہے کٹی شب کدھر
ان سے کیا باتیں آج کر آئے ہو

ممکن کب اپنا ملن اس جنم شاؔہ
کچھ نہ رہا اپنا تب شہر آئے ہو

بہلاوہ

آپ نے تو چلے جانا ہے
پھر بھی ملتے رہیں گے
یہ تو محض اک بہانہ ہے
پہچان بھی نہ پاؤ گے
زمانے کی ریت ہے
ہاں خوابوں میں آؤ گے
حقیقت انتظار ہی زیست ہے
دیکھیں گے راہ
آخری سانس تک
وعدہ رہا ہمارا
آپ سے
اپنے دل سے

امر

وہ تو پھول تھا
تروتازہ رہا ساتھ ہمارے
الگ ہوا تو مرجھا گیا

جب کبھی خیالوں میں
اپنی محبت عروج پر دیکھوں
دیکھتا ہی رہتا ہوں
مگر
خوابوں کی نگری سے لوٹتے ہی
اک ویران جھونپڑا
جہاں صرف تیری یادیں
اپنا منتظر پاتا ہوں

میری راتوں کے آخری پہر
ان یادوں کے نام
جو کسک کی صورت
سایہ بن کے ساتھ ساتھ
محوسفر ہیں
تنہا ہیں ان سے جدا ہیں
مسرور ہیں کہ زندہ ہیں
اپنی اوقات کیا
ان کی مانگی گدا ہیں

فیصلہ

کچھ ایسا لگ رہا ہے
اک اور دوراہے پر آ کھڑے ہیں
جہاں سے ان کی منزل
دیارِ چنار ہے
دیارِ اغیار
راہ ہم سے الگ
ارادے دور کے
اور پھر سوچنا مل بیٹھنے کا
کچھ فضول سا
بے وقعت لگتا ہے

کسی کے شکوے کرتے ہو
کوئی بے وفا نظر آتا ہے
تنہائیاں مقدر میں ہیں
اور یوں دکھوں کا ذکر نہ کیا کر
رب روٹھ جاتا ہے
آجکل
کس وفا کی بات کرتے ہو
کبھی دیکھا ہے تو نے قریب سے
حسین پھول اکثر بنا خوشبو کھلتے ہیں

آپ تو آنسو ہیں کیا گلہ کرنا
آنسو کب آنکھوں میں ٹھہرتے ہیں

گر پڑتے ہیں اشک سحر ہوتے شآہ
چاہے شب بھر آنکھوں میں تیرتے ہیں

پس خیال

کاش ایسا ہوتا
ہوتا وہ جو نہ ہو سکا میرا
سنگ خوشیوں کی بارات
بہاروں کی شہنائیاں
وادی سون کی کسی بستی میں
دامن کوہ بسیرہ ہوتا
قہ دیتا پیار
جو ممکن نہ ہو سکا
مگر
دل میں پنہاں آج بھی ہے
کل بھی رہے گا
اس--------

گردش

کبھی سوچا ہے تو نے
بغل کونپل سے کلی جو نکلتی ہے
حد معصومیت نازک اندام
اور خوشبو بکھیرنے تک
ایک خوبصورت پھول کی جوانی
کتنی حاسد نظروں سے بچ کے
آخر ایک نہ ایک دن
خشک پتیاں بن کے
اسی زمیں پہ آ رہتی ہیں
جہاں سے ہوا کے تھپیڑے
انہیں منتشر کر کے
فقط وجود ریزہ ریزہ کر دیتے ہیں
گر یہ سمجھے تو
کیسے شکوے کیا شکایتیں

پل دو پل ہے بہار جانے کو ہے
رو بلبل چین و قرار جانے کو ہے

خوشبو کی طرح چھائے تھے جو ہر دم
تھی جس کی انتظار جانے کو ہے

مل تو جائیں گے جانے والے شآہ
سچ یہ ہے حسن کوہسار جانے کو ہے

MAAN

She was Heaven

For we seven

We remember over life

I and also my wife

Leave us sad our mother

Cloudy,Rainy heart,s weather

Colapse of over happyness

Before this

Life passes fearless

حد سے بڑھ کے نہ چاہو پچھتاو گے
کر کے یا یہ دن آنسو بہاو گے

دل نہ دینا یہ دھن اپنا نہیں ہے
گردش حالات میں گم ہو جاو گے

جب وہ بھی بے گھر ہوا اس گلشن سے
آخر کب تک تم دل بہلاو گے

فن کار ملے گا ایک سے بڑھ کر ایک
کس کس پہ تم قسمت آزماو گے

یہ دنیا حسن و شباب کا میلہ ہے
سنبھلنا مشکل چوٹ یوں کھاو گے

ملتا ہے سب کچھ دیکھا ہے یہ بھی
وہ نہ ملے گا جسے تم چاہو گے

گر کوئی محفل میں مانگ ہی لے تو
اس دن شاؔہ ! دل کہاں سے لاو گے

اب تو خیالوں سے کہہ دے اے بے چین دل
میرے ہم خیال اب اس دیس میں نہیں

پی۔اے

ہیں سب کھڑے جس مقام پر آج کیا
یونہی کرتی ہے خلقت راج کیا

پہن کے آئیں زرق برق لباس جو
ایسے میں کریں طبیب علاج کیا

ہر شاخ پہ لیڈی پی اے بیٹھی ہو
تو دیوانے کریں کام کاج کیا

پڑھتے ہیں گر بھولے سے نماز جمعہ
رکھتے ہیں اسلام کی لاج کیا

چلنا ہے تو چل راہ حق پر شاؔہ
یہ نہ سوچ چاہتا ہے سماج کیا

یہ قوم

غلامی کی عادتیں بھلا نہ سکے
فرنگیوں کی یادیں مٹا نہ سکے

مسلمانوں سے کبھی بن نہ پائی
تبھی کشمیر آزاد کرا نہ سکے

ایٹم ناکافی جو نہیں ایمان
نظر امریکہ سے ملا نہ سکے

کیا کہو گے کل سامنے رب کے
عراقی و افغانی بچا نہ سکے

کشن گنگا بھی وہ بنا لے گا
ہم تو فقط اتفاق کرا نہ سکے

تیرے جانے کے بعد

تنہا جب سے ہوا ہوں
اپنے ہی آنگن سے ڈر لگنے لگا ہے
ہر رات کتنی کربناک ہوتی ہے
میرے سوا کسے خبر ہے
گر تیری یادیں بھی نہ ہوتیں
تو ذرہ سوچ
اس اجڑے دل پہ کیا گزرتی
خوف و ہراس کی فضا چھائی رہتی
نیندیں چھوڑ دیں
شاید تیری جدائی کے غم سے
یا یہ بھی ممکن ہے
احساس جرم کی ندامت ہو

جب تک ان سے ناطہ نہ تھا
میں بھی اتنا رسوا نہ تھا

آنکھوں کے بادل غم یوں کبھی
تنہائی میں برسا نہ تھا

ان سے ملنے کی اتنی ضد
یہ دل پہلے تو ایسا نہ تھا

اس بن رہنا بھی ناممکن
رسوائی بھی چاہتا نہ تھا

اب یکتا ہوا شاؔہ دل دے کے
کل تک کوئی جانتا نہ تھا

وہ رہا نہ اس کا درد باقی
اب بچا نہ کوئی مرد باقی

چل دیئے سبھی ایک کے بعد ایک
رہ گیا تھا ایک وہ فرد باقی

ہے ڈسا ہر اک کو مگر پھر بھی
شاؔہ ہم ہیں اور آہیں سرد باقی

آپ ۔۔۔۔۔۔۔
کہ اجنبی انجان پر کشش تھے
دوریاں جو مٹیں
بے قرار دل کا قرار بن گئے ہو
چھا گئے ہو
میرے خیالوں پر
خبر ہی نہ ہوئی
اور ہم ۔۔۔۔۔۔۔

جس کو ہم سفر بنانے کی آرزو ہے
اس کی بے وفائی کا چرچا ہر سو ہے

ملنا ممکن نہیں جہاں میں کوئی اس سا
وہ تو کسی تازہ پھول کی خوشبو ہے

کون جانے اسے ہم کتنے یاد آئے
وہ دور سہی پھر بھی ہر پل رو برو ہے

کوئی آنچ نہ آئے ان کے نام پر
ہر دم ہر لمحہ ایک یہی جستجو ہے

میرا پیار حقیقت تھا یا کوئی خواب
اس خواب کی تعبیر شاہؔ بس تو ہے

شنید ہے کہ
انہیں شکوہ ہے ہم سے
کہ حالات کے مدو جزر نے
جب دو ساحل بنا دیا ہمیں
یہ تو امر الٰہی تھا
سہی نہ کی ظالم
ان کا الزام ہے
مگر
اپنی جگہ وہ صحیح
رائے ان کی معتبر
ایک پل ہماری سنیے مگر
دل کے نہاں خانوں میں
پھر سے ایک ہونے کی خواہش
سر تو اٹھاتی ہے

مگر مجبوریوں کی سولی
کسی کا تکبر
خاندانوں کی انا
چپکے سے
خاموش کرا دیتی ہے

سازشوں کے طوفاں آتے رہے
دل ہمارا یہ تڑپاتے رہے

خدا کو جدائی منظور نہ تھی
شاہ ہم تمہیں چاہتے رہے

دوسری شادی

نہ جانے کیوں ضد پہ اڑا ہے
دوسری شادی میں کیا پڑا ہے

پاگل دل تیرے کیا ہی کہنے
پہلی پر کتنا کڑھا ہے

ہر ایک کو حق ہے دوسری کا
دل کی بات میں وزن بڑا ہے

ایک کے ہوتے دوسری شادی
امتحان آخر یہ بھی کڑا ہے

چین تو ایک پل قسمت میں نہیں
جس دوراہے پہ آج کھڑا ہے
جانے کس کروٹ بیٹھے وہ
چاہت کا بھوت سر چڑھا ہے

ناکردہ لغزش کی پاداش میں کب سے جلا ہوں
اب تو لوگ کہتے ہیں آنکھوں میں اداسی چھا گئی ہے

انتظار رہی جو ملنے کا وعدہ کر گیا شاہؔ
تیری راہ تکتے تکتے اب پھر عید آ گئی ہے

سون

وادی سون اک شہ پارہ کمال ہے
کرہ ارض پر تخلیق یہ بے مثال ہے

ہو مثل نہ جس کی سون وہ غزل ہے
مطلع گر کٹھوائی ، مقطع مردوال ہے

کیوں نہ مسکراہٹیں ہوں چہروں پر
اباد اولاد علیؓ ، محمدﷺ کی آل ہے

دین سے ہٹ کر کرے کوئی بات
یہ ہمت ہے نہ کسی کی مجال ہے

انداز خیال شاہ علوی عباسی کا
مچھڑی اعوان گوت جس کی ممدال ہے

Dream 1

وہ بہاروں کے دن
خوشیوں کے لمحے
باغوں میں کھلتے پھول
اور اک حسین کا انتظار
بھولی بھالی صورت
معصوم سی نازک اندام
سنہری زلفوں کی لٹ سے
اک نظر
کر کے عہد دہراتی
خود کو مٹا کے بھی
عہد نبھانے کے وعدے ہوتے
اس کے دیس سے آنے والی تنہا بہارو
میرا محبوب کہاں ہے
اے اداس پھولو
وہ کس رنگ میں ہے

یا خزاوں کی نظر کر آئے

جسے میرا انتظار تھا

جس کی امید میں تھا

کیا کر دیا اے ظالم مقدر

وہ بچھڑنے کے قابل کہاں تھے

غم کیسے سہہ پائیں گے

نہیں نہیں ہرگز نہیں

انہیں غم نہ ملے اے کاش

اے بہارو جاو

میرا محبوب سنگ لاو

ورنہ اسی کے دیس لوٹ جاو

چھوڑ کے نہ جا تنہا زخم تازہ ہیں
اپنا کون تیرے سوا زخم تازہ ہیں

تیرے آنگن میں لاکھوں خوشیاں آئیں
نہ ہو گا کوئی ہم سا زخم تازہ ہیں

نہ نہ اور کوئی حل نہیں بنا تیرے
آڑے آئی ہے انا زخم تازہ ہیں

ہاں ہنس کے کریں گے الوداع اس دل سے
نہیں اب اس کی پرواہ زخم تازہ ہیں

ملنا جو ممکن نہیں شآہ اب اپنا
اتنا تو یاد رکھنا زخم تازہ ہیں

احساس

آمد عید
نوید ملن، احساس خوشی
مگر اب کہ
عید
خزاں، تنہائی، غم اور انتظار
اور پھر ان کی جدائی
اللہ۔۔۔ایسا کرب
اور اس کا احساس
ان کا درد کوئی کیا جانے
جنہیں زندگی میں بھلا دیتے ہیں لوگ
مگر عید وہ موقعہ ہے
جب پرانے سے پرانے زخم بھی
پھول یا کانٹوں کی صورت
احساس ضرور دلاتے ہیں
شاید۔۔۔

کر کچھ ایسا دل ٹوٹنے نہ پائے
امید کا دامن چھوٹنے نہ پائے

تیرے آنگن میں کوئی آئے شاؔہ
اس شب کی پوہ پھوٹنے نہ پائے

اب جبکہ باسی ہوئی دیس بیگانے کی
پھر بھی ہر ہر پل امید اس کے آنے کی

میری بات تک نہ سنی کل تک جو اپنا تھا
اس شب جانے کیا جلدی تھی اسے جانے کی

ماتم تو ضروری ہے عالم تنہائی میں
اتنی تو سزا لازم ہے اس کو چاہنے کی

پیا گھر سدھارتے خیال تک نہ آیا میرا
آخر حسرت رہ گئی اپنی ! اسے پانے کی

وہ چاہتا تو آج یوں تنہا نہ ہوتے شاؔہ
اس کو تو فقط عادت تھی قسمیں کھانے کی

زخم تازہ ہیں

دیوان

جس دن وہ بچھڑا تھا
زبان پر الفاظ بے شمار آئے
نم آنکھوں سے آنسوؤں کی باران ہوئی
دل میں اک خواہش تھی
حالات ان کی نظر کروں
مگر
انہوں نے یوں چھوڑا
مڑ کے نہ دیکھا
شاید حالات کا دوش ہو
چلتے رہے ہجر کے صحرا میں
مدت بعد
آج ہاتھ میں
غموں کی داستاں ہے
دکھوں کی کہانی ہے

کبھی موقعہ ملے تو

اس کی کاوش دیکھنا

جسے تو نے بھلا دیا

بے وجہ رلا دیا

تیرا دل پیا پتھر لگتا ہے
تم بن جینا دوبھر لگتا ہے

خستہ حالی اور ویرانیاں سی
یہ تو اپنا ہی گھر لگتا ہے

سب کچھ جس لئے چھوڑا جب نہ رہے
پیا افسوس تو آخر لگتا ہے

ہم نے ٹھوکر بھی وہاں پہ کھائی
سجدے مین جس در سر لگتا ہے

تیرے چھن جانے کے بعد پریتم
اب تو پھولوں سے بھی ڈر لگتا ہے

مسلی اس بے دردی سے لاش شاؔہ
قاتل عادی ستم گر لگتا ہے

رستم پاکستان

میرے دیس کی بدنصیبی
اس دیس کا جمہوری نظام
کوئی دل سے نہ بنا
اس دھرتی کا خیر خواہ
لی لاکھوں تنخواہ
لوٹا سالہا سال
سب کچھ کیا تباہ
کس کی پرواہ
ان کا دیس پردیس
ان کی دھرتی پردیس
ہوٹل حویلیاں اور کھاتے
دیار غیر میں
یہاں تو فقط اکھاڑا ہے
سیاسی اکھاڑہ

دو دو ہاتھ کرنے آتے ہیں
ہاتھ کی صفائی دکھاتے ہیں
مکا لہراتے ہیں
لندن چلے جاتے ہیں

جمہوریت

چور لٹیروں کے آگے

ووٹوں کی خاطر جھک جائے

پگڑیاں پاوں کی نظر ہوں

اور

انصاف ہی رک جائے

ایسی جمہوریت نہیں چاہتا

چینی کو ترسیں کب تک

آٹے پر برسیں کب تک

کون آئے گا اٹھ کے

روٹی، کپڑا و مکان دینے

کب تک نعروں پہ جیو گے

آخر

مزدوروں کا حق ملے گا

اور

تم پچھتاو گے

تاجدارِ ختمِ نبوتؐ

غیروں کے در پہ نہ جا رسوائی پاو گے
موقعہ نہ ملے گا ، منہ کی کھاو گے

غم تو یہ ہے کہ بھٹکے ہو کس کے لئے
وہ مرتد ہیں تم بھی دوزخ خرید لاو گے

پرواہ نہیں تمہیں کل کی ڈر اس دن سے
روزِ حشر آقا ﷺ کو تم نہ بھاو گے

جو کہتے ہو ان کو حق، گمراہی ہے
ان کے ہمراہ دوزخ میں پھینکے جاو گے

اب بھی آ جا آقا ﷺ کے در پہ لوٹ آ
شآہ مل جائے گا وہ ، جو تم چاہو گے

پہلی کتاب

تنہائیاں اے کاش نہ ہوتیں

سے انتخاب

محفل کے رنگ اور ہوتے تنہائیاں اے کاش نہ ہوتیں
اتنے بے رنگ نہ ہوتے جدائیاں اے کاش نہ ہوتیں

اب ضد بن گئی ہے تو نے بھی انا نہ چھوڑی
تیرے ہاتھوں میں چوڑیاں پہنائیاں اے کاش نہ ہوتیں

زمانہ شاطر نکلا راز ہمارا راز نہ رہ سکا آخر
غیروں کی محفل میں قیاس آرائیاں اے کاش نہ ہوتیں

ہر بات پہ روٹھ روٹھ جانا تیرا زار و زار آنسو بہانا
تجھ میں اتنی کج ادائیاں اے کاش نہ ہوتیں

ایسا احساس نہ ہوتا تیرے نرم و نازک بدن کا شاؔہ
عالم مدہوشی میں پکڑی کلائیاں اے کاش نہ ہوتیں

میری تنہائیوں کے پس پردہ تیری جدائی کا غم ہے
چہرے پر مسکراہٹیں سہی دل میں صف ماتم ہے

لحد میں اترنے سے پہلے اک التجا سنی کفن سے
رک جاو زمانے کے خداو مجھے انتظار محرم ہے

کوئی مرنے والوں کے ساتھ مرا نہ کسی کے جانے سے
مگر تیرے جانے سے دل کا نظام درہم برہم ہے

مفلوج ہو کے رہ گئیں میری شوخیاں آجکل
اس کی دوستی سے تھی جو رونق محفل بالکل ختم ہے

دور جا کے بھی ہماری یادوں سے نکلا نہیں شاؔہ
اس کی یادوں میں رہوں مولا کا لاکھ لاکھ کرم ہے

صداء وقت

انصاف کے نعرے لگانے والو
بھائی کو بھائی سے لڑانے والو
فتنے دلوں میں ڈالنے والو
آزادیاں ہم کو دلوانے والو
کیا خوب تمہارا انصاف ہے
انتقام صرف مسلمان کے خلاف ہے
جل رہا ہے آخر کشمیر کیوں
ہو گئے مسلمان بے ضمیر کیوں
دلوں میں نفرت کی لکیر کیوں
غیروں کی نظر میں حقیر کیوں
یوں تنہا کیسے گزاریں گے روز و شب
خیال آئے گا انہیں اپنا جانے کب

میرا اک سوال ہے اہل عرب سے
لٹ رہا ہے فلسطین کب سے

میری دعا ہے اپنے رب سے
بچا لے انہیں یہود کے غضب سے
غیروں کی سازش سے بچنا ہے
ایران و افغان اور عراق بھی اپنا ہے

انتظار

اک چاہت بھرا احساس
کسی چاہنے والے کے لئے
بچھا دوں
شب مہتاب اور اپنی تنہائیاں
سرِ راہ سجا دوں
اپنے سفید خون کی مخملی چادریں
شاید کہ کبھی
وہ
لوٹ ہی آئیں

اس کی باتوں میں بلا کی صداقت تھی
ہنستی آنکھوں میں بے پناہ محبت تھی

ہر وعدہ وفا کرے گا نہ دغا کرے گا
یہ بھی میری اک حماقت تھی

وہ شاطر تھا اور تیز طراز بھی
میرے سر پر سوار اس کی چاہت تھی

اس وعدے کو وہ ہر گز نہ توڑتا
جب در یار پہ بیتی اک رات تھی

اس کے ارادے کچھ اور تھے شاؔہ
میرے دل میں کوئی اور بات تھی

چاند گواہ ہے

اس پہ جو گزری اس رات چاند گواہ ہے
کی ہنس کے الوداع ساجن کی بارات چاند گواہ ہے

آنکھیں بے قرار سہی دل میں شکائیتیں ہزار سہی
زبان سے نکلی نہ کوئی بات چاند گواہ ہے

وہ ان کے ہی تھے ہم نے فقط خواب دیکھے
پل دو پل کی تھی یہ چاہت چاند گواہ ہے

ابھی دیکھا نہ تھا خوب دل میں اتر کے اسے
تھی وہی پہلی و آخری ملاقات چاند گواہ ہے

کیوں دل میرا لگتا نہیں تیرے سوا
کوئی نہیں اتنا حسین تیرے سوا

زندگی پر کیا اعتبار کب اجل آ ملے
کسی موڑ پر چل نہ دے کہیں تیرے سوا

نہ کی تھی محبت تو غم نہ تھے آس پاس
خواہشیں نہ حسرتیں تھیں تیرے سوا

اپنے غم دیں تو درد بھی ہوتا ہے
دل کی حسرتیں دل میں رہیں تیرے سوا

سب کہتے ہیں بے وفا تو ہے شاؔہ
میری وفا پہ کوئی کرتا نہیں یقین تیرے سوا

تیری چنری سے بیر اٹھائے
گزرے حسین دن یاد آئے

نا بلد تو کتنا حسین لگا آج
جب اک دوسرے میں گھل مل گئے

خود کو بھول بیٹھا ہوں اب تو
ہر پل تیری یاد ستائے

پاگل دیوانے کیوں ہو گئے شاؔہ
اب تک بنے رہے کیوں پرائے

اک ہم سفر کی آرزو لئے تیرے شہر آئے ہیں
تیرے شہر کے لوگ کیوں گھبرائے گھبرائے ہیں

ہم کسی سے بے وفائی کیا کریں گے عالمِ غربت
میں
سچ تو یہ ہے کہ ہم بھی زمانے کے ستائے ہیں

اب تو شمار بھی ممکن نہیں کہاں کہاں لٹے ہیں
ہر دہلیز پہ اس کی خاطر آنسو گرائے ہیں

شاید وہ ہم کو پہچان نہ سکیں دنیا کی بھیڑ میں
اسی لئے زخموں سے چور چور دل ساتھ لائے ہیں

تنہا ہی چلے تیرے شہر سے بھرم ٹوٹ جو گئے
دیکھ کے جنازہ شاؔہ انھوں نے جشن منائے ہیں

جب بھی درد ملا بہار میں ملا
تم کو ملنا چاہا جب بھی دربار میں ملا

ہمیں تیری چاھت نے پاگل کیا شاؔہ
تو ملا بھی تو کسی کی انتظار میں ملا